45726-دلالی لینے کا حکم

سوال

دلالی کا حکم کیا ہے ؟ اور کیا دلال کا حاصل کردہ مال حلال ہے ؟

پسندیدہ جواب

بائع اور خریدار کے مابین رابطہ کروانے کو دلالی کہتے ہیں، اور دلال وہ شخص ہے جو بائع اور مشتری کے مابین سودا کرواتا ہے، اور دلال کہتے ہیں، کیونکہ وہ خریداری کو سامان اور بائع کو قیمتوں کی راہنمائی کرتا ہے. انتھی

ماخوزاز : الموسوعۃ الفقھیۃ (151/10).

بہت سے لوگوں کی دلالی کی ضرورت ہوتی ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خرید وفروخت میں بھاؤ کرنا نہیں جانتے، اور کچھ ایسے بھی ہیں جو خریدی جانے والی چیز کی پہچان نہیں کرسکتے اور اس کے عیوب نہیں جانتے، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس خرید وفروخت کا وقت نہیں ہوتا.

تو اس طرح دلالی کا کام ایک مفید اور نفع مند کام ہے، جس سے بائع اور مشتری اور دلال سب فائدہ حاصل کرتے ہیں.

دلال کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز میں وہ خریدار اور بائع کے مابین واسطہ بن رہا ہے اسے اس کا تجربہ اور علم ہو، تا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی نقصان نہ ہو، کیونکہ اس کا دعوی ہوتا ہے کہ وہ اسے جانتا ہے حالانکہ وہ ایسا نہیں.

اور دلال کو صادق اور امین بھی ہونا چاہیے، کسی ایک کے حساب پر وہ دونوں میں سے کسی ایک کی فیور نہ کرے، بلکہ اسے صدق اور امانت کے ساتھ چیز کے عیب اور اس کی خصوصیات بیان کرنے چاہیں، اور بائع یا مشتری کو دھوکہ نہ دے.

بہت سے علماء کرام نے دلالی کا جواز بیان کیا ہے، اور اس کی اجرت لینی بھی جائز کہی ہے.

امام مالک رحمہ اللہ تعالی سے دلال کی اجرت کے بارہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا :

اس میں کوئی حرج نہیں.

دیکھیں : المدونۃ (466/3).

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی اپنی صحیح بخاری میں کہتے ہیں :

دلالی کے بارہ میں باب : ابن سیرین اور عطاء اور ابراہیم اور حسن رحمہم اللہ دلال کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے.

اور ابن عباس رضی اللہ تعالی کہتے ہیں :

ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں : یہ کپڑا فروخت کرو، تو اتنی اتنی رقم سے زیادہ رقم آپ کی.

اور ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

جب کوئی یہ کہے کہ : اسے اتنے میں فروخت کریں، اور جو نفع ہو وہ آپ کا، یا نفع میرے اور تیرے مابین، تو اس میں کوئی حرج نہیں.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"مسلمان اپنی شروط پر (قائم رہتے) ہیں"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کی کلام ختم ہوئی.

اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالی "المغنی" میں کہتے ہیں :

دلال کو کپڑا خریدنے کے لیے اجرت پر لینا جائز ہے، ابن سیرین، عطاء، اور امام نخعی رحمہم اللہ نے اس کی اجازت دی ہے، اور معلوم مدت پر بھی جائز ہے : مثلا خریداری کے لیے دس دنوں پر اسے اجرت پر لیا جائے، کیونکہ مدت معلوم ہے، اور کام بھی معلوم .... اور اگر وقت کے بغیر صرف کام کی تعیین کی گئی ہو اور ہر ہزار درہم پر اسے کچھ معلوم تناسب سے رقم مقرر کی جائے تو یہ بھی صحیح ہے....

اور اگر دلال کو کوئی معین اور محدود کپڑا خریدنے کے لیے اجرت پر لیا جائے تو بھی صحیح ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے، کیونکہ یہ مباح اور جائز کام ہے، جس میں نیابت کرنی جائز ہے، اور معلوم بھی ہے، لهذا کپڑے کی خریداری کی طرح اس میں بھی اجرت پر لینا جائز ہے. انتہی

اختصار کے ساتھ : دیکھیں : المغنی لابن قدامۃ المقدسی (42/8).

مستقل فتوی کمیٹی سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو ایک تجارتی دفتر کا مالک ہے، اور کچھ کمپنیوں کی اشیاء کی مارکیٹنگ میں اس طرح کام کرتا ہے کہ کمپنی اشیاء کا سیمپل اسے دیتی ہے اور وہ یہ اشیاء مارکیٹ میں تاجروں کو پیش کر کے کمپنی کے ریٹ پر فروخت کرتا ہے، اور اس کے بدلے میں کمپنی اسے کمیشن دیتی ہے، تو کیا وہ ایسا کام کرنے میں گنہگار تو نہیں ؟

کمیٹی کا جواب تھا :

اگر تو ایسا ہی ہے جیسا سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو آپ کے لیے یہ کمیشن لینا جائز ہے، اور آپ پر کوئی گناہ نہیں. انتہی

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (125/13).

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا :

کسی کرایہ دار کے لیے کوئی دوکان یا فلیٹ تلاش کرنا، اور اس کے بدلے میں اجرت لینے کا حکم کیا ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ تعالی کا جواب تھا :

اس میں کوئی حرج نہیں، یہ اجرت ہے اور اسے کوشش کا نام دیا جاتا ہے، آپ کو چاہیے کہ آپ اس شخص کے لیے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرنے میں جدوجھد کریں تاکہ وہ اسے کرایہ پر حاصل کر سکے، جب آپ اس میں اس کا تعاون کرتے ہوئے اسے کوئی مناسب جگہ تلاش کر دیں، اور مالک کے ساتھ کرایہ پر اتفاق کرنے میں اس کا تعاون کریں تو ان شاء اللہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں.

لیکن شرط یہ ہے کہ: اس میں کوئی خیانت اور دھوکہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ امانت اور صدق و سچائی ہو، جب آپ سچائی اختیار کریں گے اور مطلوبہ چیز کو تلاش کرنے میں دونوں کے ساتھ بغیر کسی دھوکہ اور ظلم و زیادتی کے امانت سے کام لیں گے تو آپ اس میں ان شاء اللہ خیر و بھلائی پر ہیں. انتھی

دیکھیں: فتاوی الشیخ ابن باز(358/19).

واللہ اعلم.